

وقت

علی اعجاز، پاکستان کی فلم انڈسٹری کے بے مثال ہیرور ہے ہیں۔ اسی کی دہائی میں تو ان کا نام کسی بھی فلم کی کامیابی کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔ میڈیکل کالج کی تعلیم کے دورانیہ میں ان کی متعدد فلمیں دیکھنے کا موقع ملا۔ اسی کی دہائی میں ایپٹ روڈ پر درجنوں سینما گھر ہوتے تھے۔ ایک سے بڑھ کر ایک۔ بہرحال علی اعجاز، فلموں کے علاوہ، محترم عطا الحق قاسمی کے لکھنے گئے کمال ڈرامہ سیریز ”خواجہ اینڈسن“ کے اندر مرکزی کردار بھی ادا کرتے رہے۔ خواجہ اینڈسن میں علی اعجاز نے ایک وسیع خاندان کے بزرگ کا کردار ادا کیا۔ اور واقعی قائمی صاحب کے لکھنے ہوئے ہر لفظ کا حق ادا کر دیا۔ خواجہ اینڈ سن کی سٹھن کے ڈرائیور میں علی اعجاز نے ایک بندہ ہو چکے ہیں۔ اب تو سکرین پر میک اپ کا بے مقصد سما مقابلہ ہوتا ہے۔ جس میں ادا کاری کا قتل لازم نظر آتا ہے۔ عجیب سے سطحی ڈراموں کا دور ہے۔ فلمیں تو خیر ملک میں بنتی ہی بندہ ہو چکی ہیں۔ بہرحال توازن سے دیکھیں تو علی اعجاز ایک بلند پایہ ادا کار تھا۔ خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ دس بارہ برس پہلے ایک مشترکہ دوست کے توسط سے ان سے سرسری سی ملاقات ہوئی۔ جو آہستہ آہستہ گھری دوستی میں بدل گئی۔ ان دنوں لاہور میں سرکاری رہائش گاہ میں رہتا تھا۔ ہوتا یوں تھا کہ دو تین ہفتوں بعد علی اعجاز کافون آ جاتا تھا کہ ملاقات ہوئی چاہیے۔ چنانچہ میں مسلم ٹاؤن گاڑی بھیج دیتا تھا۔ وہ مسلم ٹاؤن میں اپنے ذاتی گھر میں رہتے تھے۔ علی اعجاز صاحب گھر تشریف لے آتے تھے۔ پھر گھٹشوں گپ شپ رہتی تھی۔ پہلے دن علی اعجاز آئے تو انہوں نے آدھے بازوں والا کرتا پہن رکھا تھا۔ میں نے کبھی بھی اس طرح کا کرتا نہیں دیکھا تھا۔ بتانے لگے کہ اس طرز کا کرتا، پہلے عام پہنا جاتا تھا۔ اب روان ختم ہو چکا ہے۔ خیر میں نے علی اعجاز کے علاوہ کبھی ایسا کرتا کسی کو بھی پہننے ہیں دیکھا۔ یا شائد ایک دوبار لاہور میں کسی بزرگ کو زیب تن کیے دیکھا تھا۔ علی اعجاز نے عملی طور پر ایک زمانہ میں فلموں پر راج کیا تھا۔ جب ان کی فلموں پر بات ہوتی تھی تو ان کا رو یہ عجیب سا ہو جاتا تھا۔ ایک دوبار تو کسی فلم کا ذکر ہوا تو باقاعدہ آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور ہچکیاں لے کر روتے رہے۔ انہوں نے کئی بار اپنے ساتھ ہونے والی گھریلو بد مرگی کا ذکر کیا۔ یہ ان کا نجی معاملہ تھا۔ اس لیے کبھی بھی اس موضوع پر کھل کر بات نہیں ہوئی۔ ایک دن علی اعجاز صاحب نے بتایا کہ وہ اور منور نظریف اندر وون شہر ایک ہی محلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے۔ آج کی نسل کو منور نظریف کا نام تک معلوم نہ ہو۔ مگر منور نظریف، اردو اور پنجابی کی فلموں کا وہ مزاہیہ ادا کار تھا۔ جو کمال کے لمحے اور باغ و بہار شخصیت کا مالک تھا۔ اس جیسا عظیم ادا کار کسی بھی فلم انڈسٹری میں حد درجہ کم ہی پیدا ہوتے ہیں۔ بہرحال علی اعجاز نے ایک دن یہ بتایا کہ ان پر فانچ کا حملہ ہوا تھا۔ وہ دنوں تک بے ہوش رہتے تھے۔ بہرحال اس موزی مرض سے بندتر تھی صحت یا ب ہوئے۔ لیکن وہ ایک سیاسی شخصیت کا شکریہ بہت ادا کیا کرتے تھے۔ اس شخصیت نے بیماری کے دوران اور بعد میں علی اعجاز کی حد درجہ مالی اور اخلاقی مدد کی تھی۔ علی اعجاز اس کو ہر وقت دعا دیتے رہتے تھے۔ یہ سابقہ وزیر اعظم پاکستان نواز شریف تھے جن کے لئے اس عظیم ادا کار کے ہونٹوں سے ہر وقت دعا یہ کلمات جاری رہتے تھے۔ نواز شریف کی شخصیت کا یہ پہلو بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ کہ ان کے ہاتھ سے ان گنت لوگوں کو امداد کی صورت میں بہت فیض ملا ہے۔ نواز شریف کی شخصیت میں یہ غصہ موجود تھا کہ جہاں انہیں کسی بھی انسان کے دکھ درد کا پتہ چلتا تھا، وہ براہ راست اس کے ساتھ کھڑے ہو جاتے تھے۔ پاکستانی فنکار، گلوکار، اور نمایاں کھلاڑی ہمیشہ نواز شریف کی توجہ کے مستحق رہے۔ شاید اس بات پر بھی لوگوں کو یقین نہ آئے کہ شوکت خانم کینسر ہسپتال کی زمین بھی نواز شریف نے بطور وزیر اعلیٰ خان صاحب کو انتہائی کم نرخ پر دی تھی۔ اچھی طرح یاد ہے کہ یہ خان صاحب کو کوڑیوں کے مول الاط کی گئی تھی۔ کینسر ہسپتال بنانا ایک نیک مقصد تھا اور اس میں بھی نواز شریف ہر طریقہ سے خان صاحب کے ساتھ کھڑے رہے۔ اگر یہ زمین نواز شریف نہ دیتے تو شاید شوکت خانم جیسا عظیم ہسپتال وجود میں آنا مشکل ہو جاتا۔ بالکل اسی طرح، ہماری فلم انڈسٹری کے ماہنے ادا کار، الیاس کشمیری اپنی آخری عمر میں حد درجہ بیمار ہو گئے تھے۔ شوگر کی وجہ سے ان کی ٹانگ کاٹ دی گئی تھی۔ اس امداد کا ذکر کرتے کرتے الیاس کشمیری رونا شروع کر دیتے تھے۔ یہ سب کچھ عرض کرنے کا ایک مقصد ہے۔ مجھے نواز شریف کو ملنے کے موقع سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر متعدد بار ملے۔ جوانی میں نواز شریف، حد درجہ خوشنگوار اور وجہہ انسان تھے۔ بات بات پر لطفی سنا نا ان کی عادت تھی۔ حد درجہ خوبصورت انداز سے گانے گانے تھے۔ یاد ہے کہ 1982ء میں مقابلے کے امتحان کی تیاری کر رہا تھا۔ میاں صاحب، اس وقت پنجاب میں وزیر خزانہ تھے۔ شام کو لال سپورٹس کار میں سوار جا گنگ کرنے لارنس گارڈن آ جاتے تھے۔ سفید نکر، سفیدی ٹرٹ میں ملبوس سرخ و سفید نوجوان بڑی تندی سے دوڑ گاتا تھا۔ اور ان کے ساتھ جا گنگ پارٹنر کوئی اور نہیں خان صاحب ہوتے تھے۔ خان صاحب کو ٹانگ کافر پکھر ہو گیا تھا۔ اور وہ اپنی ہڈی کے چڑنے تک کر کٹ کھینے سے دست بردار ہو چکے تھے۔ وہ بھی شام کو جا گنگ کے لئے زمان پاک سے لارنس گارڈن آ جاتے تھے۔ جہاں نواز شریف اور خان صاحب، ایک گھنٹے سے زیادہ جا گنگ کرتے رہتے تھے۔ میاں صاحب کے ارد گرد کئی طالب علم جمع ہو جاتے تھے۔ اور میاں صاحب خوب ہنسنے ہنسنے رہتے تھے۔ خان صاحب البته حد درجہ کم کو انسان تھے۔ اس وقت کر کٹ میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ مگر وہ مخفی آدمی نہیں تھے۔ شاندار آج بھی نہیں ہیں۔ اس کے برعکس نواز شریف حد درجہ بذله سخ انسان تھے۔ ماضی کے دو قربی دوست، آنے والے وقت میں ایک دوسرے کے شدید ترین سیاسی دشمن بن جائیں گے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ویسے وقت بھی کتنی ظالم چیز ہے۔ کس موڑ پر، کون ساد دوست، آپ کو چھوڑ جائے، کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ چھوڑنا تو ایک طرف، شاید بدترین دشمن بن جائے۔ اس مشکل ترین موضوع پر کچھ بھی لکھنا عبث ہے۔ ویسے شہباز شریف سے نوجوانی میں کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ ان کے پرانے دوست بتاتے ہیں کہ وہ نواز شریف سے بالکل متفاہ شخصیت تھے۔ ویسے زمانہ انسان کو جو مرضی بنا دے۔ انسان ہمیشہ اپنی اصل کی طرف لوٹتا ہے۔ ذاتی حیثیت میں بڑے میاں صاحب آج بھی وضعدار انسان ہیں۔

ہاں ایک بات لکھنا بھول گیا۔ بڑے میاں صاحب جب وزیر اعظم تھے تو بہاول پورا کثر آیا کرتے تھے۔ انہیں صحرائیں کیمپنگ کا شوق تھا۔ لال سہارا پاک کے ریسٹ ہاؤس میں ٹھہر تھے تھے۔ ایک دفعہ آئے تو مشہور شکاری تھور اور ان کے چند ذاتی دوست ساتھ تھے۔ نواز شریف اس قدر ہنساتے تھے کہ ڈیوٹی پر موجود ہم لوگوں کے لئے بھی ہنسی کنٹرول کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ لطیفہ سنانے اور سننے کا ایک دور چلتا تھا۔ جو ہمیشہ میاں صاحب ہی جیتا کرتے تھے۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ آلام، مصائب اور منصب انسان کو کتنا تبدیل کر دیتے ہیں۔ انسان کیا سے کیا بن جاتا ہے۔ جوانی اور آج کے نواز شریف میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جن لوگوں نے انہیں جوانی میں دیکھا ہے، انہیں تو یقین نہیں آتا کہ وہ اس قدر سمجھیدہ کیونکر ہو گئے ہیں۔ بہرحال زمانے کے مظالم ہر انسان پر فتح پا لیتے ہیں۔ اسے اس طرح بدل دیتے ہیں کہ شاندار انسان کا خود کو پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ یہی زندگی ہے۔ بہرحال نواز شریف نے اپنی پوری زندگی میں لوگوں کی مشکل میں بروقت مدد کی ہے۔ ویسے نواز شریف اور خان۔ دنوں کو سیاست میں نہ آتے تو بہترین دوست ہوتے۔ ہمارے ملک کی جو ہر نما سیاست، جہاں بڑے بڑے لوگوں کو چاکر کھائی، وہاں بہترین دوستوں کو بھی ایک دوسرے کا دشمن بن کر دیا۔ کیسے کیسے نہ سکھ لوگ، کس قدر سمجھیدہ ہو گئے۔ لگتا ہے کہ جوانی میں یہ نہیں کوئی اور ہی شخص تھا۔ صاحب، بالکل یقین نہیں آتا۔ وقت ہر ایک کو غیر محسوس طریقے سے اس قدر بدل کر رکھ دیتا ہے کہ پہچاننا ممکن ہو جاتا ہے۔

نوٹ: گزشتہ کالم کا عنوان، مشہور سائنسدان آئریک نیوٹن کی نسبت سے تھا۔ غلطی سے آئن شائن کا نام لکھا گیا۔ اس غلطی کی حد درجہ مغدرت چاہتا ہوں۔